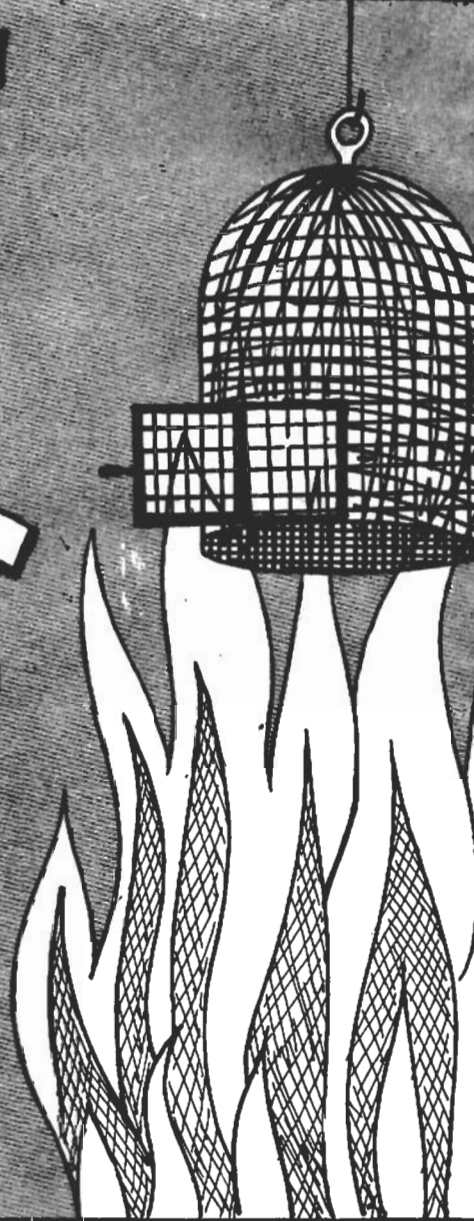


جہنم سے فرار



ایک سابق کاروباری لوہان کی کہانی جو کاروبار نیت
کے جہنم سے فرار ہو کر گلشنِ اسلام کا مکیں ہو گیا

”میں صبح سے شام تک تانگہ چلاتا ہوں لیکن گھر کی دال روٹی پھر بھی نہیں چلتی۔ گھوڑے کے چارے اور دانے کا خرچہ بھی خاصا ہے۔ مختلف ضروریات کے وقت تھوڑی تھوڑی رقم جو لوگوں سے ادھار لی تھی، اب وہ دس ہزار تک پہنچ چکی ہے۔ میں بڑی مشکل سے فہیم الدین کو آٹھویں جماعت تک پڑھاسکا ہوں۔ اب غربت نے میرے ہاتھ باندھ دیے ہیں اور میری ہمت جو اب دے گئی ہے، لہذا اب میں نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ فہیم الدین کو سکول سے اٹھالیا جائے۔“

کرم الہی کو جوان نے انتہائی رنجیدہ خاطر ہو کر اپنی بیوی حنیفاں سے کہا۔ خاوند کی یہ پریشان کن باتیں سن کر حنیفاں نے ٹھنڈی آہ بھری جیسے غربت کو نکلنے کی کوشش کر رہی ہو۔ حنیفاں ایک تابعدار بیوی کی طرح اٹھی اور دن بھر کے تھکے ہارے خاوند کو بڑی محبت سے روٹی گرم کر کے دی اور کہا کہ کھانا کھائیے۔ جان ہے تو ان دکھوں کا مقابلہ کر ہی لیں گے۔ کھانے کے دوران میاں بیوی میں گفتگو کا دور بھی چلتا رہا۔ حنیفاں ایک بہادر اور مدبر عورت تھی۔ اس نے خاوند کو حوصلہ دیتے ہوئے کہا۔

”سرتاج! آپ فہیم الدین کی تعلیم کی کوئی فکر نہ کریں۔ اللہ نے مجھے صحت دے رکھی ہے۔ میں لوگوں کے گھروں میں برتن مانجھ لیا کروں گی اور اس آمدنی سے فہیم الدین کی تعلیم کا سلسلہ چلتا رہے گا۔“

کرم الہی کو جوان مارے غصے کے کانپنے لگا اور غیرت سے اس کے نتھنے پھول گئے جن سے سانس شوں شوں کر کے نکلنے لگی۔ اس نے غصے میں کانپتے ہوئے اپنی بیوی سے کہا

”یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ تم میری زندگی میں لوگوں کے گھروں میں نوکری کرو۔ یہ میری غیرت کا خون ہوگا۔“

حنیفاں نے ایک ماہر وکیل کی طرح دلائل دیتے ہوئے کہا

”محنت میں کیا عار ہے۔ میں کاسہ گداہی لے کر کسی کے گھر مانگنے تو نہیں جاؤں گی، کام کاج ہی تو کرنے جاؤں گی۔ بیٹے کو تعلیم کی راہ سے ہٹا لینے سے یہ محنت مشقت کی راہ بہتر ہے۔“

آخر حنیفاں نے خاوند کو اپنے موقف کے حق میں قائل کر لیا۔

فہیم الدین واقعتاً اپنے نام کی تعبیر تھا۔ وہ ہمیشہ کلاس میں اول آتا۔ اساتذہ اس سے بڑی

محبت کرتے۔ آخر وہ وقت آگیا، جب فہیم الدین نے میٹرک کے امتحان میں پورے سرگودھا بورڈ میں تیسری پوزیشن حاصل کی۔ ماں باپ خوشی سے پھولے نہ سماتے تھے۔ محلے کے سینکڑوں لوگ آج مبارک باد دینے کے لیے ان کے گھر میں جمع تھے۔ کرم الہی کو جوان نے پورے محلے میں بتا شے تقسیم کیے۔ فہیم الدین کو محکمہ تعلیم سے وظیفہ ملنا شروع ہو گیا اور وہ اپنی تعلیم کا خرچہ خود اٹھانے کے قابل ہو گیا۔

فہیم الدین نے ٹی آئی کالج ربوہ میں ایف۔ ایس سی میں داخلہ لے لیا۔ ایف۔ ایس سی کے امتحان میں وہ پورے ضلع میں اول آیا۔ اسے ایف۔ ایس سی میں بھی محکمہ تعلیم کی طرف سے وظیفہ ملا۔ اب فہیم الدین اپنی ماں کے سامنے سخت چٹان کی طرح ڈٹ گیا اور اس نے ماں کے مشقت والے ہاتھ مضبوطی سے پکڑ کر کہا۔

”اماں! اب میں تجھے لوگوں کے گھروں میں کام کاج کے لیے نہیں جانے دوں گا۔ اب میں جوان ہو چکا ہوں۔ مجھے اپنی مزید پڑھائی کے لیے حکومت کی طرف سے وظیفہ بھی ملے گا اور میں ٹیوشن پڑھا کر ابا جان کا ہاتھ بھی بٹاؤں گا۔ پیاری ماں! تجھے میری محبت کی قسم، اب تو لوگوں کے گھروں میں نہیں جائے گی۔“

ماں نے لاڈلے بیٹے کے سامنے ہتھیار پھینک دیے۔ فہیم الدین کو انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور میں داخلہ مل گیا۔ وہاں سے اس نے انجینئرنگ کی ڈگری امتیازی حیثیت سے حاصل کی۔ تعلیم سے فارغ ہوتے ہی اسے ایک پرائیویٹ فرم میں پانچ ہزار ماہانہ کی نوکری مل گئی۔ اس کی اعلیٰ کارکردگی کو دیکھتے ہوئے فرم نے چھ ماہ بعد اسے انگلستان بھیج دیا۔ وہاں سے اس نے لاکھوں روپے کما کر والدین کو بھیجے۔ کرم الہی کو جوان کے گھر سے غربت رخصت ہو گئی اور پیسے کی ریل پیل نے گھر میں ایک چمک پیدا کر دی۔ کرم الہی کو جوان نے تا نگہ بیچ دیا اور وہ گھر میں فرصت کے لمحات گزارنے لگا۔ پھر فہیم الدین کی ایک امیر قادیانی گھر میں شادی کر دی گئی کیونکہ فہیم الدین کے والدین بھی قادیانی تھے۔ اپنے قواعد کے مطابق ایک قادیانی مبلغ نے ربوہ میں اس کا نکاح پڑھایا۔ دو سال میں فہیم الدین کے ہاں دو بیٹے پیدا ہوئے۔ وہ انگلستان میں انتہائی خوشحالی کی زندگی گزار رہا تھا لیکن دفتر میں اسے اس تکلیف کاشدت سے احساس تھا کہ مسلمان ملازمین اس کے قادیانی ہونے کی وجہ سے اس سے کھنچے کھنچے رہتے تھے۔ وہ اس کے ساتھ کھانا کھانے سے پرہیز کرتے تھے۔ کئی تو اس سے سلام بھی نہ لیتے تھے۔ اسے اپنی

شادی غمی کے پروگراموں میں بھی نہیں بلائے تھے۔ یوں فہیم الدین مسلمانوں سے کٹا کٹا سا رہتا تھا۔

ایک دن اس کا ایک انجینئر دوست ہدایت خان اس کے پاس آیا اور کہنے لگا ”فہیم الدین! آج لندن کے ویمبلے ہال میں ختم نبوت کانفرنس ہے، جس میں دنیا بھر سے علمائے کرام تشریف لارہے ہیں۔ میں آپ کو کانفرنس میں شمولیت کی دعوت دیتا ہوں۔ جانے اور سننے میں کیا حرج ہے۔“

پہلے تو فہیم الدین کچھ ہچکچایا لیکن پھر اس نے جانے کی ہامی بھری۔ کیونکہ ہدایت خان نے اسے دعوت ہی اس موٹر اور ول نشین انداز میں دی تھی کہ اس کے پاس دعوت کو رد کرنے کے الفاظ ہی نہ تھے۔ دونوں دوست مقررہ تاریخ پر بروقت ویمبلے ہال میں پہنچ گئے اور اگلی نشستوں پر انہیں جگہ مل گئی۔ تلاوت کلام پاک سے کانفرنس کا آغاز ہوا۔ خوش الحان قاری نے سورۃ الاحزاب، جس میں خاتم النبیین محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم نبوت کا ذکر بڑی صراحت سے ہے، کی آیات مبارکہ کی تلاوت اس سوز سے کی کہ حاضرین پر وجد کی کیفیت طاری ہو گئی۔ تلاوت قرآن کے بعد نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیش کی گئی، جس میں نعت خواں صاحب نے عقیدہ ختم نبوت پر منظوم انداز میں خوب روشنی ڈالی۔ پھر تقریروں کا نورانی سلسلہ شروع ہوا۔ مقررین آتے رہے اور عقیدہ ختم نبوت اور رو قادیانیت کے موضوع پر اپنے خیالات کا اظہار فرماتے رہے۔ آخر میں ایک وجہ اور منور چہرہ والے بزرگ مقرر تشریف لائے۔ انہوں نے حاضرین سے خطاب فرماتے ہوئے کہا

”میں آج صرف قادیانیوں کو دعوت اسلام کے موضوع پر تقریر کروں گا۔ انہوں نے کہا کہ جہاں ہم قادیانیوں کے خلاف جما کرتے ہیں، وہاں ہمیں راتوں کو بیدار ہو کر اللہ کے سامنے اپنے ہاتھوں کو پھیلا کر ان کی ہدایت کے لیے پر سوز دعائیں بھی مانگنی چاہئیں۔ ہم عالمگیر نبی کے عالمگیر امتی ہیں۔ ہمیں ہر انسان کو جہنم میں جانے سے بچانا چاہیے۔ یہ ہمارا فرض منصبی ہے کیونکہ ختم نبوت کے بعد اس کائنات میں کسی نئے نبی نے تو دنیا میں آنا نہیں، لہذا دعوت و تبلیغ کی ساری ذمہ داری امت محمدیہ پر ڈال دی گئی ہے۔ اس لیے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ جہاں وہ عقیدہ ختم نبوت کی حفاظت کرے، وہاں وہ قادیانیوں کی قادیانیت کے شیطانی پنچے سے رہائی کی بھی بھرپور کوشش کرے۔“

انہوں نے قادیانیوں سے کہا ”اے قادیانیو! تم دنیا کے ہر معاملہ میں خوب غور و فکر کرتے ہو۔ سوچ اور فکر کے گھوڑے دوڑاتے رہو۔ ایک روپے کا مٹی کا پیالہ خریدنا ہو تو خوب ٹھونک بجا کر دیکھتے ہو۔ جو تا خریدنا ہو تو سارے بازار کا چکر لگاتے ہو۔ سبزی خریدنی ہو تو سوگھ سوگھ کر دیکھتے اور دیکھ دیکھ کر سوگھتے ہو۔ بچے کے لیے سکول و کالج کا انتخاب کرنا ہو تو ہر پہلو سے جائزہ لیتے ہو۔ بیٹے یا بیٹی کا رشتہ دیکھنا ہو تو شجرہ نسب کھنگال ڈالتے ہو۔ لیکن مرزا قادیانی کو نبی ماننا ہو تو بالکل نہیں سوچتے۔ کوئی دلیل طلب نہیں کرتے۔ کبھی غور و فکر کے مراتب میں نہیں بیٹھتے۔“

انہوں نے کہا ”عقیدہ وہ چیز ہے جس پر تمہاری اگلی لامتناہی زندگی کا دار و مدار ہے۔ عقیدہ ٹھیک ہوگا اور اگر اعمال کم بھی ہوں گے تو نجات ہو جائے گی۔ لیکن اگر عقیدہ غلط ہوگا اور اعمال ہالیہ پھاڑ جتنے بھی ہوں گے تو نجات نہیں ہوگی۔ تمہارے پاس موت کی آخری ہچکی تک کے لیے مہلت باقی ہے۔ اس مہلت کو اللہ تعالیٰ کی مہلت جلیلہ سمجھو۔ اس سے فائدہ اٹھاؤ کیونکہ اس مہلت کے بعد پھر کوئی مہلت نہیں ہوگی۔“

پھر جب انہوں نے جنم اور اس کی سزاؤں کا نقشہ کھینچا تو پورا ہال کپکپا اٹھا۔ اس بزرگ عالم کی تقریر نے نسیم الدین کے دل و دماغ میں ایک طوفان پھا کر دیا۔ وہ گھر آیا تو اس کے دماغ میں اس عالم کے الفاظ گونجنے لگے۔ اسے راتوں کو بڑی بڑی دیر تک نیند نہ آتی۔ وہ بستر پر دراز خلا میں گھورتا رہتا۔ اتفاق سے پندرہ دن بعد اسے ایک ماہ کی رخصت پر پاکستان جانا تھا۔ وہ اپنے اہل و عیال کے ساتھ پاکستان چلا گیا۔ رات کا کھانا کھانے کے بعد باپ، ماں اور بیٹا تینوں بیٹھے تھے کہ نسیم الدین اپنے والدین سے کہنے لگا ”آج مجھے آپ سے ایک انتہائی اہم میٹنگ کرنی ہے۔“ پھر وہ انتہائی تجسس کے ساتھ اپنے باپ سے پوچھتا ہے۔

”اباجان! آپ قادیانی کیسے ہوئے؟“

باپ جواب میں کہتا ہے ”ہم بھارت کے شہر جالندھر کے رہنے والے تھے۔ تقسیم وطن کے بعد جڑانوالہ کے ایک گاؤں میں آ گئے۔ سکھوں نے ہمارا سب کچھ لوٹ لیا۔ خالی ہاتھ یہاں پہنچے۔ میں نے اور تمہاری والدہ نے سڑک کے کنارے ایک چھوٹی سی جھونپڑی بنا لی اور اس میں رہنے لگے۔ میں دن کے وقت محنت مزدوری کی تلاش میں نکل جاتا۔ اگر کہیں کوئی کام مل جاتا تو رات کو کھانے کو کچھ مل جاتا اور نہ بھوکے ہی سو جاتے۔ ایک دن میں اسی

پریشانی میں جمو نیڑی سے باہر بیٹھا تھا کہ ایک سیاہ رنگ کی کار جمو نیڑی کے قریب آ کر رکی۔ اس سے ایک ادھیڑ عمر شخص باہر نکلا۔ مجھے بڑی محبت سے ملا۔ میرا حال پوچھا۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے یہ آدمی نہیں بلکہ اللہ نے رحمت کا کوئی فرشتہ بھیج دیا ہو۔ میں نے اسے اپنی ساری پتہ سنائی۔ دو دن کے بعد وہ آدمی پھر آیا اور ہمیں ربوہ لے گیا۔ وہاں ہمیں ایک چھوٹا سا مکان رہنے کے لیے دے دیا گیا۔ پھر اس آدمی نے مجھے ادھار میں ایک ٹانگہ خرید کر دیا۔ میں ربوہ میں ٹانگہ چلانے لگا اور ہر ماہ ٹانگہ کی ادھار لی ہوئی رقم کا کچھ حصہ ادا کرنے لگا۔ میں نے پانچ سال میں ساری رقم ادا کر دی۔ اسی دوران میں اس کا روالے شخص کے کہنے پر قادیانی ہو گیا۔“

”قادیانی ہوتے وقت آپ نے کچھ سوچا نہیں؟“ فہیم الدین نے پوچھا۔

”میں نے سوچا جس شخص کا اخلاق اتنا اچھا ہے، اس کا دھرم بھی اچھا ہی ہو گا“ اس کے والد نے جواب دیا۔

”اباجی! آپ نے تبدیلی مذہب کرتے ہوئے کوئی سوچ بچار نہ کی؟“

”بیٹا! میں ان پڑھ آدمی تھا۔ اس شخص کے مالی تعاون سے ممنون ہو کر قادیانی ہو گیا۔“

”امی جان! کیسے قادیانی ہوئیں؟“

”بیٹا! جب میں قادیانی ہو گیا تو یہ بھی ہو گئی۔ اس بیچاری کو کیا پتہ؟“

”اباجی! اب قادیانیت کے بارے میں آپ کی معلومات۔“

”بیٹا! میں بالکل نہیں جانتا۔ صبح ٹانگہ لے کر جاتا اور شام کو تھکا ہار ادا پس آتا۔ آتے ہی

کھانا کھاتا اور سو جاتا۔ یہی میری زندگی تھی۔ مجھے مذہب کا کیا پتہ؟ یہی حال تمہاری امی کا ہے۔“

فہیم الدین نے ایک لمبی سرد آہ بھری اور سر پکڑ کر بیٹھ گیا اور بولا۔

”اباجی! ایمان وہ نعمت ہے جس پر دنیا کی ساری نعمتیں قربان کی جاسکتی ہیں۔ آپ نے

صرف مکان اور ٹانگے کے عوض مذہب تبدیل کر لیا۔ آپ نے صرف ایک شخص کا مشفقانہ

سلوک دیکھ کر مرزا قادیانی کو نبی مان لیا۔ اگر وہ شخص قادیانی کی بجائے عیسائی ہوتا تو آج ہم

سب عیسائی ہوتے۔ اگر وہ شخص پارسی ہوتا تو آج ہم پارسی ہوتے۔ اگر وہ شخص ہندو ہوتا تو

آج ہم بھی ہندو ہوتے۔ یہ تو تبدیلی مذہب کا کوئی جواز نہیں۔“

اب نعیم الدین منزل حقیقت تک پہنچنے کے لیے یوں بے چین تھا جیسے ریگستان میں کوئی بھولا بھٹکا پیاسا مسافر پانی کی تلاش میں ہو۔ وہ لاہور پہنچا اور اپنے ایک مسلمان دوست کے توسط سے ایک نامور عالم دین کے پاس حاضر ہوا اور اپنے شکوک و شبہات ان کے سامنے رکھے اور ان سے رہنمائی کی درخواست کی۔ وہ عالم دین اسے بڑی محبت سے ملے۔ بڑے تپاک سے اپنے پاس بٹھایا اور اس کے شکوک و شبہات کا جواب دیتے ہوئے کہا۔

”بیٹا نبوت کا روشن سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ختم ہو گیا۔ اس کائنات ارض و سما میں سب سے پہلے نبی آدم علیہ السلام ہیں اور سب سے آخری نبی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ قرآن پاک کی ایک سو سے زائد آیات اور دو سو دس سے زائد احادیث عقیدہ ختم نبوت پر دلالت کرتے ہوئے موجود ہیں۔“ پھر انہوں نے قرآن وحدیث کی چند آیات اسے سنائیں۔

انہوں نے کہا ”مرزا قادیانی نے انگریزوں کی ایک بھیانک سازش کو کامیاب کرنے کے لیے نبوت کا ڈرامہ رچایا۔ پھر انہوں نے مرزا قادیانی کی کتابوں سے وہ حوالہ جات پیش کیے جس میں مرزا قادیانی نے خود لکھا ہے کہ میں انگریز کا خود کاشتہ پودا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ مرزا قادیانی نے ظلمی و بربوزی نبی ہونے کا دعویٰ کیا حالانکہ کائنات میں کوئی بھی ظلمی و بربوزی نبی نہیں آیا۔ پھر انہوں نے مرزا قادیانی کی کتابوں سے وہ حوالے دکھائے جس میں مرزا قادیانی نے اپنی نبوت کا انکار کیا ہے اور مدعی نبوت کو کافر قرار دیا ہے۔ مرزا قادیانی کی پیسنگبویوں کے بارے میں بتایا جو گمن گمن کر جھوٹ ثابت ہوئیں۔ وہ گالیاں سنائیں جو مرزا قادیانی نے ملت اسلامیہ کو دی ہیں۔ مرزا قادیانی کے شراب پینے اور ایفون کھانے کے حوالہ جات دکھائے۔ اللہ ’رسول’ اللہ ’کتاب’ اللہ کے بارے میں مرزا قادیانی کی ہرزہ سرائی اور آخر میں اسے مرزا قادیانی کی تصویر دکھائی اور بتایا کہ نبی اپنے وقت میں دنیا کا خوبصورت ترین انسان ہوتا ہے۔ لیکن اس کی تصویر دیکھئے کہ یہ کتنا کرمہ۔ سورت ہے۔ کیا نبی اس شکل کے ہوتے ہیں؟“

نعیم الدین کے اندر سے قادیانیت کا بت ٹوٹ پھوٹ چکا تھا۔ اس کے دل و دماغ قادیانیت کے خلاف بغاوت پھا کر چکے تھے۔ اچانک اس نے ایک جھمر جھری سی لی اور اس نے بزرگ عالم دین کے پاؤں پکڑ لیے اور ان سے استدعا کی کہ میں قادیانیت سے تائب ہونے کا

اعلان کرتا ہوں۔ مجھے ابھی مسلمان کیجئے اور اس نے بزرگ عالم دین کے ہاتھوں پر اسلام قبول کر لیا۔ وہ اسی رات ربوہ پہنچا؛ والدین اور بیوی بچوں کو اکٹھا کیا اور انہیں اپنے مسلمان ہونے کی ساری روداد سنائی۔ اس کے بعد اس نے انہیں بھی اسلام قبول کرنے کی دعوت دی، جسے ان سب نے قبول کر لیا۔ فہیم الدین اگلے دن ان سب کو لے کر لاہور آیا اور انہیں بھی اس بزرگ عالم دین کے ہاتھوں پر اسلام قبول کرایا۔ ربوہ میں ان کے اسلام قبول کرنے کی ہلکی ہلکی خبر پھیل چکی تھی اور فہیم الدین قادیانیوں کے انتقامی حربوں سے بھی آگاہ تھا۔ لہذا اس نے اپنے والدین اور بیوی بچوں کو لاہور چھوڑا اور خود رات کے وقت ٹرک لے کر ربوہ پہنچا۔ گھر کا سارا سامان ٹرک میں رکھا اور رات ہی کو چپکے چپکے ربوہ سے نکل آیا۔

جب وہ ربوہ سے بھاگ رہا تھا تو اسے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے وہ جھلستی ہوئی دھوپ سے ٹھنڈی چھاؤں کی طرف جا رہا ہو۔ جیسے لٹیروں کی بستی سے وادی امن کی طرف جا رہا ہو۔ جیسے جہنم سے فرار ہو کر سوائے جنت جا رہا ہو۔

